مطالعات وتعلیقات

از: قاضی اطہر مبارکپوری

اسلامی دسترخوان کی باتیں:-

جب لوگ ایک ساتھ بیٹھ کر کوئی چیز کھاتے ہوں تو ہر شخص کو اس بات کا خاص طور سے خیال رکھنا چاہئیے کہ بہت جلدی جلدی نہ کھائے یوں بھی جلدی جلدی کھانا مفید نہیں ہے۔ لقمہ اور نوالہ بڑا بڑا نہ اٹھائے بلکہ مناسب مقدار میں لقمہ بنائے بسکٹ، مٹھائی، کھجور یا اسی قسم کی اور کوئی چیز ہو تو ایک ساتھ دو دو یا اس سے زیادہ نہ کھائے کیونکہ ان باتوں کی وجہ سے اسلامی آداب کی شرح پر زد پڑتی ہے اور مسلمانوں کے دسترخوان پر ایک طرح کی بدمزگی پیدا ہوتی ہے۔ دوسرے لوگ حریص، لالچی اور بھوکا سمجھیں گے۔ اور کہیں گے کہ اس شخص کو معلوم ہوتا ہے کہ اچھی چیز کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ ہم اپنے گھر میں چاہے خشک روٹی ہی کھاتے ہوں مگر جب دسترخوان پر مل کر بیٹھیں تو استغناء اور سیر چشمی کا پورا مظاہرہ کرنا چاہئیے۔ ہاں اگر شریک اجازت دے اور یہ اس کی مرضی کے خلاف نہ ہو اور دوسرے ساتھی بھی برا نہ مانیں تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ایک مرتبہ چند صحابہ کرام ایک ساتھ بیٹھ کر کھجوریں کھا رہے تھے۔ اتفاق سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ادھر سے گذرے تو آپ نے کھانے والوں سے فرمایا کہ

"تم لوگ ایک ساتھ کئی کھجوریں ملا کر نہ کھاؤ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ملا کر کھانے سے منع فرمایا ہے، پھر آپ نے فرمایا

الا ان یستأذن الرجل اخاہ — الا یہ کہ آدمی اپنے ساتھی سے اس کی اجازت لے لے۔

(بخاری ومسلم)

اسلام نے کھانے پینے کے سلسلے میں کس قدر احتیاط اور شرافت نفس کی تعلیم دی ہے۔ اور مسلمانوں کے ذوق کو کتنا اونچا کیا ہے۔ مسلمانوں کو چاہئیے کہ وہ بڑے فخر کے ساتھ اپنے دسترخوانوں پر اسلامی تعلیم پر عمل کریں اور دنیا کے سامنے اس کی برتری وافادیت کو اپنے عمل سے پیش کریں۔ اگر ادبی یا پارٹیوں میں شریک ہو کر اسلامی اصول کو برتا جائے تو جدید طرز زندگی کے لوگوں کو معلوم ہوگا کہ اسلام کا کردار کھانے پینے کے معاملہ میں بھی کس قدر بلند ہے، مگر مشکل یہ ہے کہ ایسی جگہوں میں مسلمان مرعوب ہو کر جاتے ہیں اور مغربی طرز اختیار کرنے میں اپنی بڑائی سمجھتے ہیں۔ ذہنی مرعوبیت کی یہ زبوں حالی دسترخوانوں پر بہت ہی قابل رحم ہے۔

عفت وعصمت کی باتیں:-

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں تھے، میں رات میں آپ کی ملاقات کے لئے آئی، جب بات چیت کر کے واپس ہونے کے لئے چلی تو آپ مجھے واپس کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اس زمانہ میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا قیام حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے مکان میں تھا۔ اتفاق سے انصار کے دو آدمی ادھر سے گذرے اور انہوں نے جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو تیزی سے قدم بڑھایا۔ آپ نے ان دونوں سے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ یہ صفیہ بنت حیی ہیں۔ ان دونوں نے یہ سنکر عرض کیا سبحان اللہ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا۔

ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم وانی خشیت ان یقذف فی قلوبکما شرا او شیئا [1] — شیطان انسان کے خون کی طرح اس کے اندر چلتا ہے اور میں ڈرا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی برائی یا اور کوئی بات نہ ڈالدے۔

اس واقعہ میں غور کرنے کی بات ہے کہ (۱) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے لوگوں پر کس قدر شفیق اور مہربان تھے کہ حضرت صفیہ کو رخصت کرنے کے لئے ساتھ نکل پڑے وہ بھی اس حالت میں کہ آپ اعتکاف میں تھے اور زیادہ دور تک جانا نہیں تھا پھر بھی دو چار قدم پہنچانے کے لئے باہر آئے۔ یہ آپ کا کمال شفقت ہے۔

(۲) دو انصاری صحابہ نے آپ کو ام المومنین حضرت صفیہ کے ساتھ جلدی سے قدم بڑھایا کہ اس وقت آہستہ چلنا یا رکنا اسلامی آداب کے خلاف اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے احترام کے منافی تھا۔ ان جاں نثاروں کی یہ روش بہت ہی محتاط اور اسلامی تعلیم کے عین مطابق تھی۔ (۳) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا ٹھہرایا اور اصل واقعہ سے آگاہ فرمایا تو انہوں نے کمال ادب سے سبحان اللہ کہہ کر بدگمانی سے اپنی برأت ظاہر کی۔ بھلا حضرات صحابہ کے دل میں اس طرح کا کوئی واہمہ بھی گذر سکتا تھا جس کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے برأت ظاہر فرمائی؟ ہرگز نہیں، خود آپ کو بھی معلوم تھا کہ یہ تیز قدم بڑھانے والے اس طرح کا کوئی گمان میرے بارے میں نہیں کر سکتے۔ (۴) مگر ضابطہ اور اصول کی

[1] مسلم شریف

بات آپ نے ان سے بیان فرمائی اور بتا دیا کہ بشریت پر شیطنت کا قابو چل سکتا ہے اور تم لوگ بشر ہو اس لئے سوچ سکتے ہو کہ یہ عورت کون ہے؟

اس واقعہ میں ہمارے رسول اللہؐ نے عصمت و عفت کی نزاکت و اہمیت کو اور اچھے سے اچھے لوگوں کے ساتھ بدگمانی اور بدخیالی کے شیطانی وسوسہ کو جس لطیف انداز میں بیان فرمایا ہے، وہ آپ ہی کا حق ہے اور آپ کے منصب و رسالت کے عین شایان شان ہے، اس میں ہر انسان کے لئے بڑی عبرت و موعظت ہے۔

بچوں کو توحید سکھاؤ:- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بچپن میں ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر تھا، آپ نے مجھے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

یاغلام انی اعلمک کلمات، احفظ اللہ یحفظک، احفظ اللہ تجدہ تجاھک، اذا سألت فاسأل اللہ، واذا استعنت فاستعن باللہ، واعلم ان الامۃ لو اجتمعت علی ان ینفعوک بشیءٍ لم ینفعوک الا بشیءٍ قد کتبہ اللہ لک، وان اجتمعوا علی ان یضروک بشیءٍ لم یضروک الا بشیءٍ قد کتبہ اللہ علیک، رفعت الاقلام وجفت الصحف[1]

اے بچے! میں تم کو چند باتیں بتاتا ہوں، اللہ کو تم یاد کرو، اللہ تم کو یاد کرے گا۔ اللہ کو تم یاد رکھو تو اسے اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم سوال کرو تو اللہ سے سوال کرو، اور جب مدد چاہو تو اللہ سے مدد چاہو، اور خوب سمجھ لو کہ اگر پوری امت اس بات پر جمع ہو جائے کہ تم کو کچھ نفع پہنچا سکے تو تمہارے لئے اللہ نے جتنا لکھ دیا ہے۔ اتنا ہی فائدہ پہنچا سکتی ہے، اور اگر تمام امت اس بات پر جمع ہو جائے کہ تم کو نقصان پہنچائے تو جتنا اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے اتنا ہی نقصان پہنچا سکتی ہے۔

ایک بچہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا پرستی و خدا ترسی کی تعلیم جس انداز میں دی ہے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے بندوں سے تعلق اور اس کے مالک کل ہونے کو جس طرح سمجھایا ہے، وہ کتنا سادہ، دلنشیں اور بنیادی ہے، اس تقریر کا ایک ایک لفظ اپنے اندر خدا پرستی اور عبدیت و بندگی کے جو معانی و مطالب رکھتا ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے "جوامع الکلم" دیے جانے کا بہترین شاہد عدل ہے۔

مسلمان اپنے بچوں کو دین کی بنیادی تعلیم دیتے وقت سب سے پہلے ان حقائق کو ان کے ذہن نشین کرائیں اور توحید و خدا پرستی کا عقیدہ راسخ پیدا کریں۔ تو مسلمانوں کے بچے اپنے دل و دماغ اور فکر و نظر کے اعتبار سے نہایت بلند حوصلہ، اولوالعزم، اور نڈر ہوں گے، اور اپنی عبدیت و بندگی پر ناز کر کے دنیا میں خدا پرستانہ زندگی بسر کریں گے۔

[1] ترمذی شریف

بچوں کو دین و اخلاق سکھاؤ:- ہمارے گھرانوں سے دین و دیانت اور اخلاق و شرافت کے مفقود ہونے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ گھر کے ذمہ دار اور بڑے لوگ اپنی ذمہ داری اور بڑائی کا خیال نہیں کرتے اور اس اعتبار سے ان پر جو ذمہ داری ہے اس کو پورا نہیں کرتے، ظاہر ہے کہ ایسے گھرانوں میں پلنے والے بچے غیر ذمہ دار ہوں گے اور ان میں دین و دیانت کا احساس تک نہیں ہوگا۔

بچوں کو اچھا بنانے کے بارے میں اسلام نے والدین اور گھر میں ذمہ دار پر جو ذمہ داری ڈالی ہے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا۔

مروا اولادکم بالصلوۃ وھم ابناء سبع، واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر، وفرقوا بینھم فی المضاجع[1]

تم لوگ اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو اور دس سال کی عمر میں ان کو نماز کے لئے ضرورت پڑے تو مارو، اور ان کے بستروں کا الگ الگ انتظام کرو۔

اسلامی گھرانوں میں کردار سازی اور ایمانداری کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کے سلسلے میں بڑوں پر جو ذمہ داریاں عائد کی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) جب بچہ سات برس کا ہو جائے تو تم اسے نماز پڑھنے کے لئے کہو، ابھی سے اسے نماز سے روشناس کراؤ، اس کے ذہن میں اس کی عظمت و اہمیت اور ضرورت کا احساس پیدا کرو (۲) اور جب دس سال کا ہو جائے اور نماز میں سستی کرے تو بقدر تادیب اسے مارو تاکہ احساس و شعور کے ابھرنے کے زمانے میں اسے نماز کی طرف سے غفلت نہ ہو ورنہ وہ آئندہ چل کر غفلت کرے گا۔ (۳) اس عمر میں بچوں کو ایک جگہ مل کر نہ سونے دو بلکہ ان کو الگ الگ سلاؤ، اس میں اخلاقی اعتبار سے بڑی حکمتیں ہیں۔ اور عفت و عصمت اور صحت و تندرستی کے بڑے اسرار و رموز ہیں۔

نیز کو دس سال کے بچہ میں اسلام نے روحانیت اور اخلاق و انسانیت پیدا کرنے کے لئے خدا پرستی کو بنیاد قرار دیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے غفلت کرنا بچہ کی آئندہ زندگی خراب کرنا ہے۔ کتنے ماں باپ ہیں جو اپنے جگر گوشوں کی زندگی کی خیر خواہی کرتے ہیں اور کتنے ہیں جو ان کو تباہ کرتے ہیں؟

اسلامی معاشرہ میں سلام:- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر علی غلمان فسلم علیھم[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے پاس سے گذرے تو آپ نے ان کو سلام فرمایا۔

[1] ابوداؤد شریف [2] مسلم شریف

سلام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس سے امن و سلامتی اور محبت و رحمت کا ظہور ہوتا ہے۔ اس لئے وہ مسلمان کے باہمی ملاقات کے وقت عام کیا گیا ہے اس میں نہ وقت اور زمانہ کی قید ہے، کہ صبح و شام اور رات کی حیثیت کی تمنا پائی جاتی ہو جیسے انگریزی محاورہ میں اس طرح کے کلمات محدود ہوتے ہیں۔ نہ اس میں چھوٹے بڑے اور مرد، عورت کا فرق رکھا گیا ہے جیسے دوسرے لوگوں میں بڑوں کے آداب کے کلمات ہوتے ہیں اور چھوٹوں کے لئے مربیانہ باتیں ہوتی ہیں۔ بلکہ جیسے اسلام آفاقی اور ہمہ گیر دین ہے، اسی طرح اس کا سلام بھی آفاقی اور ہمہ گیر ہے، اور حکم دیا گیا ہے کہ سلام کرنے میں نسل و خاندان، ملک و قوم، وقت و زمانہ، طبقہ و جماعت کا لحاظ نہ کیا جائے بلکہ ہر اس انسان کے لئے یہ بولا جائے جو اس آفاقی اور ہمہ گیر دین سے تعلق رکھتا ہو۔

بچوں اور عورتوں کو سلام کرنے کا وہی طریقہ ہے جو عام مردوں اور بڑوں کا ہے، البتہ خاص طور سے عورتوں کو سلام کرنے کے سلسلے میں علمائے اسلام نے چند آداب ملحوظ رکھنے کی تاکید کی ہے اور لکھا ہے کہ اگر عورتوں کا مجمع ہو اور ایک جگہ زیادہ عورتیں ہوں تو مرد ان سب کو سلام کرے لیکن اگر صرف ایک ہی عورت ہے تو اس اجنبی مرد سلام نہ کرے بلکہ اسے عورت، اس کا شوہر، آقا، اور قریبی رشتہ دار سلام کرے، البتہ بوڑھی عورت کو ہر آدمی سلام کر سکتا ہے۔

عورتوں کو سلام کرنے کے یہ آداب، حدود و احتیاطیں ہیں تاکہ کوئی شخص اسلام کے اس بلند اخلاق اور خیر خواہی کے پردے میں کسی طرح کی غلطی میں مبتلا نہ ہو سکے، اور کسی ایک عورت سے کوئی اجنبی مرد بات چیت کے لئے سلام کو تمہید نہ بنائے۔

اسلام نے انسانی معاشرہ کے نوک پلک سنوارنے کے ساتھ اس کے بگاڑ کی باریک سے باریک تر باتوں پر کڑی نظر رکھی ہے، اور ایسے احکام وضع کئے جن کی پابندی سے خوبی پیدا ہونے کے ساتھ برائی کا خاتمہ ہو، اسکی مثال کے لئے عورتوں کو سلام کرنے کے قوانین کو ہی دیکھنا کافی ہے۔

پڑوسی کو ستانا :- وہ آدمی اچھا نہیں ہے جو اپنے پڑوس کا بھلا نہ چاہے، اور ان کی خبر گیری نہ کرے، ایسے شخص کے بارے میں اسلام نے اچھی رائے قائم نہیں کی ہے پھر اس شخص کا کیا حال ہوگا؟ جو اپنے پڑوسیوں کو ستاتا ہو، ان کو پریشان کرتا ہو، اس کی وجہ سے ان کا امن و امان غارت ہو، عزت و آبرو غیر محفوظ ہو، اور ایک شریر و بد معاش کی وجہ سے پورا محلہ سخت پریشانیوں میں مبتلا ہو، ایسے بدترین آدمی کے بارے میں ایک حدیث سننے کے قابل ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ واللہ مسلمان نہیں ہو سکتا، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کون؟ آپ نے فرمایا۔

الذی لایأمن جارہ بوائقہ [۱] — وہ شخص جس کی زیادتیوں سے پڑوسی محفوظ نہ ہوں

یعنی ایسا شخص مومن کامل نہیں ہو سکتا اور اس کے ایمان میں کمی ہوگی،

ایک روایت میں ہے۔

لایدخل الجنۃ من لایامن جارہ بوائقہ [۲] — وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کی زیادتیوں کر پڑوسی محفوظ نہ ہوں۔

یعنی جرم کی سزا بھگتے بغیر جنت میں نہیں جا سکتا۔

غور کریں کہ جو لوگ اپنی شرارت سے محلہ کو پریشان کرتے رہتے ہیں اور ہر وقت کوئی نہ کوئی تماشا کرتے رہتے ہیں۔ وہ لوگ عوام کی نظر میں تو برے ہوتے ہیں اسلام کی نظر میں ان کی کیا حیثیت ہے اور ان کا انجام کس قدر برا ہے؟

یاد رکھنا چاہیئے کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک بھی ایمان کی علامت ہے اور مومن کے لئے یہ ضروری ہے۔ مومن کی زندگی خود اچھی ہوتی ہے اور دوسروں کے لئے اچھائی پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

توکل کی سادہ تعبیر :- اللہ پر توکل و اعتماد ہر مسلمان کی زندگی کے لئے مرکز کی حیثیت رکھتا ہے، اللہ پر توکل کیا ہے؟ اسے پوری طرح سمجھنے کے لئے ایک بدوی صحابی کا سوال اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جواب کافی ہے۔ ایک مرتبہ ایک بدو دربار رسالت میں حاضر ہوا۔ آپ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے، اسنے اپنی اونٹنی کے بارے میں آپ سے دریافت کیا کہ

اَرْبِطُھَا اَم اَتَوَکَّلُ عَلَی اللّٰہِ — میں اس اونٹنی کو باندھوں یا اللہ پر توکل کروں؟

اس دانشمند دیہاتی مسلمان کے سوال کا جواب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ دیا۔

اَرْبِطْھَا وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ — تم اسے باندھو اور اللہ پر توکل کرو!

اس بدوی مسلمان نے اپنے مختصر اور معمولی سوال میں توکل علی اللہ کا مطلب زبان رسالت سے سمجھنا چاہا تھا۔ اور آپ نے نہایت مختصر اور معمولی انداز میں اس طرح سمجھا دیا کہ توکل کی پوری حقیقت سامنے آگئی، یعنی عالم اسباب میں رہ کر اسباب کو استعمال کرو اور بھروسہ صرف خدا پر رکھو اسباب کو اسباب کے درجہ میں رکھو اور انہیں سب کچھ نہ سمجھو، یہی مطلب ہے اونٹنی باندھ کر توکل کرنے کا۔

جب اس دیہاتی مسلمان نے یہ سنا تو توکل علی اللہ کا مطلب سمجھ گیا اور اسکے ذہن میں توکل کی صحیح شکل یوں آگئی کہ دوبارہ کچھ دریافت کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑی۔ یہ بات اس لئے ہوئی کہ وہ صحابی دین فہمی کے لئے اپنے

[۱] بخاری و مسلم [۲] مسلم

گاؤں سے آئے تھے ان کے ایمان میں دین کی محبت کا جذبہ موجزن تھا۔ اسی لئے اس سادگی کے ساتھ سوال کیا اور اس کا سادہ جواب پاکر مطمئن ہو گئے۔ اگر ہماری طرح ان کے ذہن میں کجی ہوتی اور دین کیمپ کی الجھن پیدا ہوتی تو وہ بھی ہماری طرح بات سنکر اپنے غلط خیالات پر اڑے رہتے مگر انہوں نے بحیثیت مسلمان اپنے دل و دماغ کے تمام خدشات کو پہلے ختم کر دیا تھا اور دین فہمی کے لئے تیار ہو کر آئے تھے۔

سوال کرنا غلامی اور ذلت ہے:- اپنا کام خود کرنا چاہیے اور اپنی ضروریات کو خود پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور حتی الامکان کسی معاملہ میں دوسرے سے سوال کرنے سے بچنا چاہیے،

بات مشہور ہے کہ السؤال ذلۃ یعنی سوال کرنا ذلت ہے، اس سلسلہ میں بہت ہی کارآمد مقولہ سننے کے قابل ہے۔ حضرت قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

من سأل حاجة فقد عرض نفسه للرق
فان قضاها المسئول استعبده وان
رده عنها رجع كلاهما ذليلا. هذا بذل
البخل، وذاك بذل الرد.

جو آدمی سوال کرتا ہے وہ اپنے کو غلامی کے لئے پیش کرتا ہے، اگر کوئی اس کا سوال پورا کرتا ہے تو اسے اپنا غلام بنا لیتا ہے اور اسے رد کرتا ہے تو پھر دونوں ہی ذلیل ہوتے ہیں۔ یہ آدمی بخل کی ذلت میں مبتلا ہوتا ہے اور وہ سائل سوال پورا نہ ہونے کی ذلت میں مبتلا ہوتا ہے

اسی لئے ہر سوال سوائے علمی سوال کے ذلت و خواری کا باعث ہے۔ اور انسانوں کو سوال کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ صحابہ کرام رض سوال کرنے سے اس قدر بچتے تھے کہ اپنا گرا ہوا کوڑا بھی سواری سے اتر کر خود ہی اٹھایا کرتے تھے۔ اور کسی سے اس کا بھی سوال نہیں کرتے تھے۔

ان ہی بلند کردار اور غیور حضرات کے شاگرد امام قاضی شریح نے یہ بات کہی ہے، آپ بھی حتی الامکان کسی معاملہ میں بھی سوال نہ کریں۔

اسلام ایک اچھوت نظر میں:- پاکستان کے لاکھوں نیچی ذاتوں کے ہندوؤں کے رہنما اور بھگت سوامی کلچک انند کراچی سے نکلنے والے عربی رسالہ "العرب" کے دفتر میں گئے۔ اور اپنا اصلاحی لٹریچر پیش کیا جو اردو زبان میں تھا۔ "العرب" نے اس کے کچھ اجزاء کا عربی میں ترجمہ شائع کیا ہے، ہم اسے پھر اردو میں ترجمہ کرکے پیش کر رہے ہیں۔ سوامی کلچک انند نے اپنے ایک لٹریچر میں لکھا ہے کہ آج پوری دنیا اضطراب اور بے چینی میں مبتلا ہے۔ خوف، بے امنی اور سرد جنگ عام ہے۔ لوٹ مار، قتل غارت، سیاہ بازاری، فساد اور بدحالی کا دور دورہ ہے، تمام انسان کھڑے تماشا دیکھ رہے ہیں اور لندن[1]

امریکہ میں کانفرنسوں پر کانفرنسیں ہو رہی ہیں۔ مگر کوئی اجتماع اس صورت حال سے جنگ کے لئے نہیں ہو رہا ہے۔

ان حالات میں اور اس دنیا میں جب ہم مکہ اور مدینہ کی طرف نظر اٹھاتے ہیں تو ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ اس جگہ پیغمبر اسلام اب تک زندہ ہیں۔ ان کے اعمال و اقوال زندہ ہیں اور ان پر برابر عمل درآمد ہو رہا ہے۔ مکہ اور مدینہ میں امن و امان، ذمہ دار زندگی اور دین و دیانت زندگی کا یہ حال ہے کہ آپ گلی کوچے میں روپیہ اور نوٹ ڈالیں تو کیا مجال ہے کہ کوئی ایسا شخص ملے جو اس بات کی جرأت کرے کہ اسے اٹھا لے۔ کیوں کہ ہاتھ کاٹے جانے کا ڈر ہے۔ پھر آپ اپنی نگاہ وہاں کے کارخانوں، دکانوں اور گوداموں کی طرف دوڑائیں تو دیکھیں گے کہ لوگ ان کو بغیر قفل لگائے کھلا چھوڑ کر جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں مگر کیا مجال کہ ہزاروں لاکھوں کی مالیت پر کوئی دوسرا شخص ہاتھ ڈال سکے۔ اور حج کے زمانہ میں جب دنیا کے اطراف سے لاکھوں حجاج وہاں جاتے ہیں۔ تو ان کے مال و سامان کو کوئی ہاتھ تک نہیں لگاتا، اور جب کسی حاجی کا کچھ گم ہو جاتا ہے یا نقدی کھو جاتی ہے تو جو شخص اسے پاتا ہے فوراً لیجا کر پولیس کے حوالہ کر دیتا ہے، اور پولیس والے اسے مالک کے پاس پہونچا دیتے ہیں، پھر یہ بات بھی ہے کہ آج کی مضطرب اور بے چین دنیا میں مکہ مدینہ کے باشندے نہایت خوشحال، بے فکر اور خوش و خرم زندگی بسر کرتے ہیں اور انسانیت کامل کی مقدس زندگی سے پوری طرح بہرہ مند ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب مکہ اور مدینہ کا نام آتا ہے تو ہر ملک کا سننے والا خوشی سے بھر جاتا ہے اور اس کے دل پر امن و اطمینان کی لہر دوڑ جاتی ہے، اور ہر شخص اعتراف و اقرار کرنے لگتا ہے کہ مکہ مدینہ کے نبی کامل و مکمل نبی ہیں۔ خاتم الانبیاء ہیں اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ ان کے خاتم الانبیاء اور خدا کے رسول ہونے کا اثر ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جس ملک، قوم اور جس فرد و جماعت میں ان کے اقوال و اعمال پر عمل ہوتا ہے تو گورے انسان سے متعلق ہوں یا کالی نسل سے ان کا تعلق ہو وہ آج کی تمام اجتماعی اور عالمگیر خرابیوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں اور اس بے چین زندگی میں بڑا سکون پاتے ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت محمد پوری دنیائے انسانیت کے لئے رسول امن و رحمت ہیں اور جس کا جی چاہے ان کی تعلیمات پر عمل کرکے امن و سکون اور خوشحال زندگی کا مستحق بن جائے۔

ایک غیر مسلم کے ان تاثرات و تصریحات میں مسلمانوں کے لئے عبرت و موعظت کا بڑا ذخیرہ ہے، اگر مسلمان دین و ایمان کی حرارت رکھتے ہیں تو اسلام کے اصولوں پر عمل کرکے اپنی اپنی بستیوں کو آج کے پرفتن دور میں امن و سکون کا گہوارہ بنا سکتے ہیں۔

یورپ وافریقہ اور اسلام:- امریکہ سے ایک رسالہ "لائف" یعنی حیات نام کا نکلتا ہے، حال ہی میں اسکی طرف سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس کا نام "دنیا کے سات بڑے مذاہب" ہے۔ یہ کتاب کہنا چاہیے کہ ان سات مذاہب یعنی برہمنیت، بودھ مت، ہندوستان کے مذاہب، طاؤ، کنفوشیہ چین کے مذہب

[1] مجلہ العرب جمادی الاول و جمادی الثانی سنہ [illegible]ھ

اور اسلام، مسیحیت، اور یہودیت کا مرقع اور نمائش گاہ ہے۔

اس کتاب میں اسلام پر نہایت اچھے مباحث ہیں، عام طور سے یورپ اور امریکہ میں پرانے زمانے سے اسلام پر اعتراض کئے جاتے تھے ان کے جوابات نہایت مناسب انداز میں دئے گئے ہیں۔

"استاذ عباس محمود العقاد" نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے عربی میں اس کا اقتباس دیا ہے، چنانچہ اس کا ایک اقتباس یہ ہے۔

"اس وقت افریقہ میں چھ کروڑ مسلمان آباد ہیں، اور جب مسلمان مبلغوں اور مسیحی مشنریوں میں مقابلہ ہوتا ہے تو مسلمان مبلغین دس افریقیوں کو مسلمان بناتے ہیں جبکہ مسیحی مبلغین صرف ایک افریقی کو مسیحی بناتے ہیں، مغربی افریقہ خاص طریقہ سے نائیجیریا کے باشندوں میں مشہور ہے کہ اسلام کالے آدمی کا دین ہے اور مسیحیت گورے آدمی کا دین ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات خاص طور سے یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہندوستان اور پاکستان میں لوگ زیادہ تر قدیم تنگ نظری اور انسانوں میں ناہمواری کے نظریہ کو چھوڑ کر اسلامی مساوات کی طرف آرہے ہیں جو وہاں کے مسلمانوں میں عام ہے۔"

اللہ کی شان ہے کہ اب یورپ اور امریکہ کے لوگ اسلام کی طرف سے اس طرح مدافعت کرنے لگے ہیں کہ اپنے باپ دادا کے بیہودہ اعتراضات کے جوابات دے رہے ہیں۔ مسیحی دنیا کے لکھے پڑھے طبقہ ذہنیت کی یہ تبدیلی کوئی معمولی بات نہیں ہے اور یہ اسلام کا کھلا ہوا اعجاز ہے، نیز اسلام کا یہ اعجاز بھی اس دور میں اسکی حقانیت کی کھلی دلیل ہے کہ افریقہ کے سیاہ فام اسلام کو اپنا دین سمجھ رہے ہیں اور ان میں سے پروپیگنڈہ، دولت اور لالچ کی وجہ سے ایک عیسائی ہوتا ہے تو دس ان باتوں کے بغیر صدق دل سے اسلام قبول کرتے ہیں۔

اس کے بعد اسی کتاب میں لکھا ہے

موجودہ عالم اسلام:- "آج اس بات کی علامتیں بہت زیادہ ہیں کہ اسلام اپنے طویل ثابت نظریات میں متحرک ہو رہا ہے، اور ہر اسلامی جماعت میں اسلام کے احیاء کی دعوت عام ہو رہی ہے۔ اور سیاسی، روحانی و اخلاقی اور ثقافتی معاملات میں اسلامی اصول و قواعد کا احیاء ہو رہا ہے۔ مختلف انداز و اسلوب میں یہ کام انجام پا رہا ہے، ترکی کے شہروں میں اتاترک کی اصلاحات کے بعد سینکڑوں نئی مسجدیں بن گئی ہیں، ایران میں ۱۹۵۱ء اور ۱۹۵۵ء کے درمیان چالیس فی صد کے اعتبار سے دینی طلبہ کا اضافہ ہوا ہے۔ اور اسی طرح کی باتیں شمالی افریقہ میں نظر آتی ہیں، آج کوئی بھی مسلم بستی اس بے چینی اور اضطراب کے شعور سے خالی نہیں ہے جو مغربی تمدن کے باعث ان میں عام ہو گیا ہے۔ پہلے دور میں مسلمان مغربی تمدن کا مقابلہ مخالفت کے ذریعہ کرتے تھے۔ اور اس کے ساتھ نفرت و حقارت کا برتاؤ کرتے تھے۔ مگر آج کل اسلام کوشش کر رہا ہے کہ اس میں اور نئے تمدن کے درمیان موافقت کی شکل پیدا ہو جائے

اور چند پرانے خیال لوگوں کے علاوہ عام لوگ اسی طریقہ پر عمل کر رہے ہیں، قدیم خیال اور نئے خیال کے درمیان ایک تیسرا فریق ہے جس کا خیال ہے کہ اسلام کی اندرونی قوتوں کو زندہ کر کے مغرب کا پورا مقابلہ کیا جا سکتا ہے، اگر تعاون و استقلال کی راہ اختیار کی جائے تو خود اسلام کے اندر سے محض یقین کی وہ قوت پیدا ہو سکتی ہے جو مغرب کے مقابلہ میں ہر طرح کامیاب ثابت ہوگی۔[1]

ادھر دو سو سال سے مغرب نے اسلامی ممالک کو غلام بنا کر مغلوب کر دیا تھا۔ اب پچھلے چند سالوں سے ان کو آزادی مل رہی ہے تو بہت آہستہ ہی سہی مگر اسلام کے لئے کوشش ہو رہی ہے۔ الحمدللہ آج تقریباً ہر اسلامی ملک میں دین کے کارندے اپنے اپنے طور پر کام کر رہے ہیں۔ اور اسلام کی اندرونی صلاحیتوں سے یورپ کے مقابلہ کی تیاری میں ہیں۔

اسلامیات اور جمہوریہ متحدہ عربیہ:- مجلۃ الحج مکہ مکرمہ بابت ماہ دسمبر سے چند علمی و دینی خبریں نقل کی جا رہی ہیں، جن کا تعلق خاص طور سے عالم اسلام اور اسلام کے احیاء سے ہے۔ اور جمہوریہ عربیہ متحدہ ان کو انجام دے رہا ہے

اس سال ماسکو میں مستشرقین کی کانفرنس کے موقع پر جامعۃ الدول العربیہ قاہرہ کے معہد المخطوطات کے صدر ڈاکٹر صلاح الدین المنجد نے دنیا بھر کے اسلامی مخطوطات پر ایک نہایت ہی جامع مقالہ پڑھا جو یورپ و ایشیا کے کتب خانوں میں مسلمانوں کی علمی و دینی کتابوں کے نادر و نایاب نسخوں کی نشاندہی پر مشتمل تھا۔ اس میں تحقیق کے ساتھ بتایا گیا تھا کہ ہماری کون سی نادر و نایاب کتاب یورپ اور ایشیا کے کس کس کتب خانے میں پڑی ہوئی ہے، مصری ڈاکٹر کا یہ مقالہ پوری کانفرنس میں کہنا چاہئے کہ اول نمبر رہا۔

حال ہی میں جمہوریہ متحدہ عربیہ کے اقلیم مصر کی وزارت اوقاف نے ۵۰۰ گنی سے نائیجیریا میں اسلام کی تبلیغ کرنے والی جماعتوں کی مدد کی ہے تاکہ وہ اس رقم سے نائیجیریا کے قدیم وحشی علاقوں میں اسلامی ثقافت پھیلائیں اور ان کو اسلامی زندگی سے روشناس کرائیں۔ قاہرہ میں صوت الاسلام کے نام سے ایک ریڈیو اسٹیشن کھولا گیا ہے جس کا مقصد اسلامی تعلیمات کی اشاعت اور اغیار کے حملوں کا جواب دینا ہے۔ اس کے ذریعہ بڑے پیمانہ پر دنیا بھر میں اسلامی تعلیم کو عام کیا جا سکے گا۔ اور ہر اسلامی ملک کی زبان میں پروگرام ہوگا۔ اسی طرح وزارت اوقاف نے "منبر الاسلام" نامی ماہوار رسالہ کو عربی، انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں شائع کرنے پر مدد دی ہے تاکہ اسلامی حقائق ان زبانوں کے ذریعہ دنیا کے سامنے پیش کئے جائیں۔

نیز جمہوریہ عربیہ نے قاہرہ میں "اذاعۃ فلسطین" کے نام سے ایک ریڈیو اسٹیشن قائم کیا ہے اس کی

[1] مجلہ الازہر نومبر سنہ

ذریعہ مسئلہ فلسطین کے بارے میں ہر قسم کی خبریں نشر ہوں گی اور عرب مہاجرین کی گویا یہ آواز ہوگی جسے وہ اپنے پروپیگنڈے کے لئے آزادی سے استعمال کریں گے ۔ ۱؎

مصر میں اسلام اور اسلامیات سے متعلق کارناموں کی ایک جھلک ہے، جو عالمِ اسلام میں نمایاں ہو رہی ہے اس کے علاوہ جمہوریہ متحدہ عربیہ بہت سے اسلامی اور دینی کام کر رہا ہے، ان حالات کو دیکھتے ہوئے مصری علماء کو ایک طرف سے غیر ذمہ دار قرار دینا بڑی نادانی کی بات ہوگی اور واقعات و حقائق سے آنکھ بند کرکے اپنی کوٹھری کی کہانی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھے گی۔

جامعہ ازہر :- چند دنوں پہلے ایک امریکی باشندہ جامعہ ازہر میں اسلامی ثقافت کی تحقیقات کے لئے آیا ہے اور اپنے کام میں مصروف ہے، اسی طرح جرمنی کی ایک ڈاکٹر خاتون جامعہ ازہر میں اسلامیات کی تحقیق کے لئے آئی ہے، اسنے اپنا نام "سامیہ الازہریہ" رکھ لیا ہے۔ اور جامعہ ازہر قاہرہ کی ایک طالبہ بن کر اسلامیات پر تحقیقات کر رہی ہے۔ اسی طرح جامعہ ازہر میں سوئزرلینڈ سے ایک ڈاکٹر خاتون جمیلہ ونسٹرنگ نامی اسلامی تعلیمات سیکھنے اور ان کی تحقیقات کرنے کے لئے آئی ہے۔ اس خاتون نے پہلے جرمنی زبان میں اسلام کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات حاصل کی ہے۔ لہذا جامعہ ازہر نے ان مغربی محققین کے لئے جن میں مرد اور عورتیں سب ہی شامل ہیں، اپنا سینہ کھول رکھا ہے۔ ۲؎

جامعہ ازہر عالمِ اسلام کی پہلی قدیم ترین درسگاہ ہے۔ اسکے بعد مغرب کے شہر فاس کی جامع قرویین کی درسگاہ ہے جس نے حال ہی میں اپنی ہزار سالہ جوبلی منائی ہے۔ آج بھی جامعہ ازہر پوری دنیا میں اسلامیات کی تحقیقات کے لئے مرکز ہے۔ اور یورپ اور امریکہ کے اسلامیات کے محققین کے لئے سب سے اہم مقام ہے۔ حکومت مصر نے اس کی افادیت و اہمیت کے پیش نظر حال ہی میں اس کے اندر بڑی اہم اصلاحات کی ہیں اور بہت سے جدید شعبے کھولے ہیں۔ ابھی ابھی اس کے شیخ علامہ محمد شلتوت انڈونیشیا تشریف لے گئے تھے اور اسی سلسلہ میں معلوم ہوا ہے کہ وہ ہمارے ملک میں بھی آنے والے ہیں۔ ان واقعات و حقائق کے سامنے ہمیں اقرار کرنا چاہیے کہ آج مصر میں اسلامیات پر جو کچھ کام ہو رہا ہے وہ بسا غنیمت ہے یہ بات ضرور ہے کہ وہاں بھی کچھ غلط قسم کے علمی لوگ ہیں جیسے ہم لوگوں کے یہاں ہیں۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ علمائے مصر کے علمی اور دینی کارناموں کا اعتراف نہ کیا جائے یا اپنے سامنے ان کو درخورِ اعتناء سمجھا جائے۔ یہ تو بڑی حماقت کی بات ہوگی۔

قرآن حکیم کی خدمت کا جامع پروگرام :- حال ہی میں قاہرہ کی شئونِ اسلامیہ کی مجلسِ اعلیٰ نے ایک پلان مرتب کرکے اس پر عمل درآمد شروع کر دیا ہے

۱؎ مجلہ الحج دسمبر [illegible]

جو قرآن حکیم کے ترجمہ و تفسیر کے لئے بنایا گیا ہے۔ تفسیر و ترجمہ سے متعلق کتابوں کی تحقیق و تلاش کا کام ہو رہا ہے۔ فی الحال اس اہم کام کے لئے علمائے تفسیر کی ایک جماعت ذمہ داری سے کام کر رہی ہے۔ تاکہ کچھ دنوں کے بعد پورے عالمِ اسلام میں علمائے اسلام کی کانفرنسیں منعقد ہو سکیں اور قرآن کریم کے ترجمہ و تفسیر کا کام اعلیٰ پیمانہ پر انجام کو پہنچ سکے۔ ان عالمی کانفرنسوں کے بعد دنیا کی ہر زندہ زبان میں قرآن کے ترجمہ و تفسیر کے لئے خاص خاص جماعتیں بنائی جائیں گی۔ ۱؎

قرآن کی خدمت ہر دور میں اسکے مزاج و ماحول کی مناسبت کی گئی اور اس کی تفسیروں میں وقت اور ماحول کے اثرات ظاہر ہوئے۔ عہدِ صحابہ و تابعین اور اسکے بعد تک قرآن کی تفسیر کا رنگ بالکل علمی تھا یعنی قرآن کی تفسیر قرآن و حدیث اور صحابہ و تابعین اور علمائے اسلام کے اقوال سے کی گئی اور اس دور کی تفسیروں میں آثار ہی آثار ملتے ہیں۔ پھر عقلیات کا دور آیا تو تفسیر کی کتابوں کا رنگ بدل گیا۔ اور ان میں منطق و فلسفہ کے مباحث کی اس قدر آمیزش ہوگئی کہ اصل قرآن فہمی مشکل ہو گئی۔ اس درمیان میں مختلف گروہوں اور جماعتوں نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق تفسیریں لکھیں جو ایک خاص ذہن و فکر اور طبقہ کی ترجمانی کرتی ہیں۔ اور اخیر زمانہ میں تفسیروں کے لکھنے کا رنگ موجودہ دور کے مطابق ہوا۔ اس سلسلہ میں کئی اچھی تفسیریں لکھی گئیں جب کہ بہت سی نامناسب انداز میں لکھی گئیں۔ خدا کرے مصر کی کوشش سے پورے عالمِ اسلام کے لئے کوئی مفید تفسیر مرتب ہو جائے اور اس کی نگرانی میں موجودہ زمانہ کی تمام زندہ زبانوں میں قرآن حکیم کا ذمہ دارانہ ترجمہ ہو جائے۔

خوددار و خودساز زندگی :- حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ ۷ یا ۸ یا ۹ آدمی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر باش تھے۔ آپ نے ہم کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کیا تم لوگ اللہ کے رسول سے بیعت نہیں کرتے ہو؟ ہم ابھی جلد ہی آپ سے بیعت کر چکے تھے اس لئے ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم تو آپ سے بیعت کر چکے ہیں۔ اس کے بعد پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تم لوگ اللہ کے رسول کی بیعت نہیں کرتے ہو؟ اب کے بار ہم نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور کہا کہ یا رسول اللہ ہم تو آپ سے بیعت ہو چکے ہیں اب کس چیز کی بیعت کریں؟ آپ نے فرمایا اس بات کی کہ تم لوگ اللہ کی عبادت کرو گے اور کسی چیز کو اس کا شریک نہیں ٹھہراؤ گے اور پانچوں نمازیں پڑھو گے اور اطاعت کرو گے۔ اس کے بعد آپ نے آہستہ سے یہ کلمہ فرمایا۔

وَلَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا — اور لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرو گے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد اس پوری جماعت کا حال یہ تھا کہ وہ لوگ دنیا میں کسی سے کوئی سوال نہیں کرتے تھے۔

۱؎ مجلہ الحج مکہ مکرمہ دسمبر [illegible]

فلقد رأيت بعض اولئك النفر يسقط سوط احدهم فما يسأل احدًا يناوله اياه ۔ ؎۱

میں نے اس جماعت کے بعض کو دیکھا ہے کہ جب ان کا کوڑا گر جاتا تھا تو کسی سے یہ نہیں کہتے تھے کہ وہ اسے اٹھا کر ان کو دیدے بلکہ خود ہی اٹھاتے تھے۔

خودداری و خودسازی اور خوداعتمادی کی یہ تعلیم توحید و رسالت اور عبدیت و بندگی کے اقرار و اعتراف کے بعد انسان کے اندر کیا حوصلہ مندی، بلند ہمتی اور اولوالعزمی پیدا کرتی ہے؟ اس کا جواب ان ہی خوددار دل، اور خود ساز یوں کی زندگیاں دے سکتی ہیں، جو اپنا کام اس طرح خود کر لیا کرتے تھے کہ کسی سے اپنے گرے ہوئے کوڑے کا بھی سوال نہیں کیا، سوچیے کہ ان لوگوں کو خدا کے بعد اپنے اوپر کس قدر اعتماد تھا۔ اور ان کی زندگی کس قدر بے غبار و بے داغ تھی۔

سیاسی حرمت:-

ہندوستان کی ناچنے والی ایک پارٹی جو مختلف ممالک کا دورہ کر کے بغداد پہنچی، اور وہاں پر سیاہ فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔ کیوں کہ وہ اسرائیل بھی گئی تھی اور کلب کے مالکوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ان ناچنے والوں سے کوئی تعلق نہ رکھیں۔

عرب ممالک کو اپنے دشمن اسرائیل کے دوستوں کا بائیکاٹ مبارک ہو۔ اس ایک نقطہ پر ان کا اتحاد اور شدت سے جمنا خوش آیند ہے۔ مگر ناچنے والی پارٹی کو سیاہ فہرست میں شامل کرنے کی وجہ اس کا اسرائیل بھی جانا کچھ عجیب سا ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ اگر یہ پارٹی اسرائیل نہ جاکر نہ ناچتی تو بغداد میں اس کی آؤ بھگت ہوتی اور کلبوں میں اس کا پروگرام زور و شور سے ہوتا۔ مسلم ممالک کی یہ سیاسی حرمت بھی عجیب ہے، وہ بھی ایسی حرام چیز کے بارے میں جس کی حرمت شرعی ہے، اور بلا قید وہ شریعت اسلامیہ کے نزدیک حرام ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رح:-

امام حافظ ذہبی رح نے العبر میں ۱۵۰ھ کے حالات و وفیات میں حضرت امام ابوحنیفہ رح کا تذکرہ بہت مختصر طور سے کیا ہے مگر اس طرح کہ یہ چند سطریں مناقب و فضائل کے دفاتر پر بھاری ہیں۔ امام ذہبی کا یہ ایک ہی جملہ امام ابوحنیفہ رح کے مناقب میں بہت سے الفاظ و معانی پر بھاری ہے وہ فرماتے ہیں۔

وکان من أذكياء بني آدم ؎۲

امام ابوحنیفہ رح انسانوں کے عاقل ترین لوگوں میں سے تھے۔

امام صاحب کی ذکاوت، دور اندیشی، معاملہ فہمی، حدت ذہنی، زیرکی، دانائی، فہم و فراست اور سمجھ بوجھ اسلام میں مشہور رہے اور ارباب علم و فن میں اس بارے میں ان کا مقام ومرتبہ سب سے بلند مانا جاتا ہے امام ذہبی رح نے جس قدر جامع اور بلیغ انداز میں امام صاحب کی عقل و فہم کی ترجمانی کی ہے وہ اپنا جواب آپ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ امام صاحب اپنی اس صفت خاص میں اپنا جواب آپ ہیں، اسی دینی بصیرت اور حکمت و فقاہت کے باعث تو امام مالک رح نے فرمایا تھا کہ اگر امام ابوحنیفہ رح اس ستون کو سونا ثابت کرنا چاہیں تو اپنی فہم و فراست اور سمجھ بوجھ سے ثابت کر سکتے ہیں۔ اور امام شافعی نے فرمایا ہے کہ علم فقہ میں تمام فقہاء امام ابوحنیفہ کے عیال ہیں۔ امام ابوحنیفہ کی اسی دینی حکمت و فقاہت اور معاملہ فہمی کا نتیجہ ہے کہ آج بھی دنیائے اسلام میں اہل سنت والجماعت کے اور فقہی مسلک کے ساتھ ان کا فقہی مسلک سب سے زیادہ مقبول و معمول ہے۔

آگے چل کر حافظ ذہبی رح فرماتے ہیں۔

وكان لا يقبل جوائز الدولة بل ينفق ويؤثر من كسبه، له دار كبيرة لعمل الخز وعنده صناع واجراء ؎۱

امام ابوحنیفہ رح سرکاری ہدیہ و تحفہ قبول نہیں کرتے تھے بلکہ خود ہی اپنی کمائی سے خرچ کرتے تھے اور ایثار کا مظاہرہ فرماتے تھے۔ آپ کے یہاں ریشم سازی کا بہت بڑا کارخانہ تھا جس میں کاریگر اور مزدور کام کیا کرتے تھے۔

امام صاحب کا ذریعہ معاش کوفہ میں ریشم تھا، اب یہ بھی معلوم ہوا کہ ریشم بنانے کا بہت بڑا کارخانہ بھی آپ کے یہاں تھا جس میں کاریگر اور مزدور کام کرتے تھے۔ اور آپ صرف ریشم کی تجارت ہی نہیں کرتے تھے بلکہ ریشم بھی بناتے بنواتے تھے۔ اور کوفہ میں ریشم سازی کی صنعت کو آپ کی وجہ سے بہت فروغ تھا۔ شاید یہی وجہ ہے امام صاحب کے فقہی کتب میں اجیروں، مزدوروں اور مالکوں کے حقوق و احکام کی بڑی تفصیلات ملتی ہیں اور اس بارے میں خود تجربہ کی روشنی میں اصول و قوانین موجود ہیں۔ اگر اس زمانہ میں ان قوانین و حقوق پر عمل کیا جائے تو موجودہ زمانہ کی سرمایہ داری اور مزدوری جھگڑے بڑی حد تک خوشگواری سے طے ہو سکتے ہیں۔

امام صاحب کامیاب تاجر اور کارخانہ دار تھے۔ ان کے سینکڑوں ہزاروں آدمی کام کرتے تھے، اور اپنی محنت مزدوری روزی حاصل کرتے تھے۔ آپ کو حکومت وقت کے روپیہ پیسہ کی کیا ضرورت تھی؟ آپ تو خود دوسروں پر اپنی کمائی سے خرچ کیا کرتے تھے۔ اس لئے سرکاری وظائف کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ پھر آپ کے وقت کے سیاسی حالات بہت پیچیدہ تھے اور آپ ایک باحیثیت اور صاحب اثر و رسوخ آدمی کی حیثیت سے اس میں حصہ لیتے تھے۔ اس لئے اور بھی سرکاری روپیہ کی ضرورت نہیں تھی کہ یہ بات زبان بندی اور سرگرمی روکنے کے لئے ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ جب سرکاری داؤ پیچ نہ چلا اور آپ حکومت وقت کے وظیفہ خوار و وفادار نہ بن سکے تو آپ کو خلیفہ منصور نے جیل میں بند کر دیا اور ایک روایت کے مطابق آپ کو زہر دیدیا گیا کیونکہ آپ حکومت وقت کے خلاف تھے اور امام

؎۱ مسلم شریف ؎۲ العبر ج ۱ ص ۲۱۴

؎۱ العبر ج ۱ ص ۲۱۴

ابراہیم کا ساتھ دے رہے تھے۔

یہ باتیں بہت تفصیل طلب ہیں ہم تو اس جگہ امام ابو حنیفہؒ کی ذاتی زندگی کے اقتصادی اور معاشی پہلو کو اجاگر کر رہے ہیں۔ تاکہ معاملات کے بارے میں ان کے احکام کی اہمیت و افادیت کا اندازہ ہو سکے اور معلوم ہو کہ ان احکام میں سرمایہ ناروں اور مزدوروں کے لئے سراسر راحت و آرام ہے۔

علمائے اسلام کی بے نفسی :- حضرت امام ابو عمرو عیسیٰ بن یونس بن ابو اسحاق سبیعی متوفی ۱۸۸ھ رحمۃ اللہ علیہ زبردست محدث و فقیہ اور عابد و زاہد بزرگ ہیں۔ آپ نے بڑے بڑے علمائے اسلام سے تعلیم پائی ہے۔ پوری زندگی علم حدیثؒ و فقہ اور قرآن کی تعلیم و تدریس کے ساتھ حج اور جہاد میں گذاری۔ معمول تھا کہ ایک سال حج فرماتے تو دوسرے سال جہاد میں شرکت فرماتے۔ تقویٰ اور بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ کسی کا ہدیہ قبول نہیں فرماتے تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رح کا بیان ہے کہ آپ ایک مرتبہ قلعہ بندی کے سلسلے میں بغداد تشریف لائے۔ اور ان کو کچھ مال دینے کا فرمان جاری ہوا مگر اسے قبول نہیں کیا بلکہ صاف انکار فرما دیا۔

آپ کا ایک واقعہ آپ ہی کی زبانی سننے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں۔

لم یکن فی اسنانی البصرۃ بالنحو منی، فدخلتنی من نخوۃ فترکتہ ۔ ل	میرے معاصرین میں علم نحو میں مجھ سے بڑا عالم کوئی نہیں تھا۔ اس کی وجہ سے میرے اندر کبر و غرور پیدا ہو گیا تو میں نے اس علم ہی کو چھوڑ دیا۔

اللہ اکبر! ہمارے علمائے اسلام کس قدر بے نفس، کبر و ریا سے دور، اور دل و دماغ کے اعتبار سے پاک و صاف تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان ائمہ دین اور پیشوایان علم و فضل کو نفس کی ہوا تک نہیں لگی تھی، یہی وجہ ہے کہ آج بھی جب ان کا نام لیا جاتا ہے تو دین و دیانت اور اخلاص و اخلاق کی دنیا کو سکون محسوس ہونے لگتا ہے اور واقعی ان کے ذکر کے وقت اللہ کی رحمت برستی ہے۔

ذرا اس کے مقابلہ میں آج کل کے لکھے پڑھے لوگوں کو دیکھئے کہ ان کو اپنے علم و فضل پر کتنا غرور ہوتا ہے حالانکہ وہ۔ لکھے پڑھے خاک نہیں نام محمد فاضل" کے مصداق ہوتے ہیں۔ اور ان کا مبلغ علم بزرگوں کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور جو لوگ اس معاملہ میں اپنے پاس کوئی حصہ رکھتے ہیں وہ اسی کے مطابق بے نفسی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

خدا پرستوں کے عزائم :- ۹۳ھ میں مسلمانوں نے ایشیائے کوچک کا مشہور علاقہ سمرقند فتح کیا، اور

وہاں پر جامع مسجد اور اپنا مرکز بنایا۔ یہ کام قتیبہ بن مسلم مشہور مسلم فاتح کے ہاتھوں انجام پایا۔ اس علاقہ پر قبضہ مصالحانہ انداز میں ہوا تھا۔ اور مسلمانوں کی طرف سے ایک شرط یہ تھی کہ مقامی بت خانوں اور بتوں پر جس قدر زیورات اور زر و جواہر چڑھائے گئے ہیں وہ سب اتار لئے جائیں تاکہ یہاں پر خدا پرستوں کے قبضہ و دخل کے بعد بت پرستی کو اس قدر فروغ باقی نہ رہے۔ اور مذہبی آزادی کے ساتھ ساتھ عقیدۂ توحید کے مقابلہ میں عقیدہ کفر و شرک کی شان و شوکت بلند و بالا نہ ہو۔ یہ شرط مسلمانوں کے عقیدہ کی رو سے بہت اہم اور ضروری تھی۔ اس لئے اس پر عمل کیا گیا اور سمرقند کے بت خانوں اور بتوں پر جس قدر چڑھاوے تھے سب کو اتار کر ایک جگہ جمع کیا اور بتوں کے ساتھ یہ معاملہ کیا گیا کہ

ثم وضعت تلک امامہ فکانت کالقصر العظیم یعنی الاصنام۔	ان سب کو جب قتیبہ بن مسلم کے سامنے رکھا گیا تو ایک بہت بڑے قلعہ کے مانند تیار ہو گیا۔

اس سے اندازہ لگائیے کہ سمرقند میں کفر و شرک کی روح کس شدت کے ساتھ بیدار تھی اور عقیدہ توحید کی عظمت و برتری ثابت کرنے کے لئے کس حکمت عملی کی ضرورت تھی جو ایک سچے پکے موحد کے مشن کو پورا کر سکے۔ شاید آپ آج کل کے رواداری کے سیاسی اور غلط در غلط مفہوم کے پروپیگنڈے سے مرعوم ہو کر صحیح طور سے نہ سن سکیں تو سنئیے۔

فامر بتحریقھا	پھر قتیبہ نے ان کو جلا دینے کا حکم دیا۔

جب ان لکڑیوں پتھروں اور مٹیوں کے راکھ ہو جانے کے بعد ان میں سے سونے چاندی کی کیلیں اور میخیں نکالی گئیں تو ان وزن پچاس ہزار مثقال تھا۔ ل

ایک ایک علاقہ میں مسلمانوں نے قلعوں اور کوٹھیوں کی مقدار میں جمع کئے بتوں کو آگ لگائی ہے اور توحید خداوندی کے مقابلہ میں بت پرستی کو راکھ کیا ہے۔ اس سے مسلمانوں کی توحید پرستی اور عقیدہ کی پختگی کا اندازہ لگائیے اور اسی سے اندازہ لگائیے کہ بت پرستوں میں عقیدہ و عمل کا اعتقاد کس قدر کم، کمزور اور بودی ہوتی ہے۔ اور وہ نسلاً بعد نسل بت پرستی کے باوجود ان کی حفاظت و صیانت کے مقابلہ میں اپنی خیر مناتے ہیں۔ اور اپنے خود تراشیدہ .... خداؤں کی طرف سے کوئی مدافعت نہیں کر سکتے۔ اس صورت حال سے عقیدہ شرک بے حقیقتی کا صحیح اندازہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ جب کفار و مشرکین وقت پڑنے پر اپنے معبودوں کے نہیں ہوتے تو وہ ان کے کب ہو سکتے ہیں؟

ظالموں اور فاسقوں کے کارنامے :- قرۃ بن شریک عبسی اموی دور میں مصر کا امیر تھا۔ ۹۵ھ میں مرا۔ یہ بھی حجاج وغیرہ کی طرح بڑا ظالم اور سفاک تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز

خلافت سے پہلے فرمایا کرتے تھے کہ ولید شام میں ہے، حجاج عراق میں ہے، قرہ مصر میں ہے، عثمان بن حبان حجاز میں ہے۔ خدا کی قسم پوری مملکت ان کی وجہ سے ظلم و جور سے بھر گئی ہے، قرہ بن شریک قیسی کے حالات میں لکھا ہے کہ

كان اذا انصرف من بناء جامع مصر دخله ودعا بالخمر والملاهي، ويقول لنا الليل ولهم النهار لہ

مصر کی جامع مسجد بنانے کے زمانے میں جب وہاں سے لوٹتا تو اپنے گھر میں جا کر شراب اور کھیل کود کی چیزیں منگاتا اور کہتا کہ ہمارے لئے رات ہے اور عام لوگوں کے لئے دن ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی بے نیاز ہے اور اسکی شان بے نیازی کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ وہ فاسقوں فاجروں اور ظالموں سے اپنے دین کا کام لیتا ہے۔ اسی کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے۔

ان الله يؤيد هذا الدين بالرجل الفاجر۔

اللہ تعالیٰ اپنے اس دین کی خدمت فاسق و فاجر آدمی سے بھی لے لیتا ہے۔

دن کو مصر کی جامع مسجد بنوانے والا رات کو شراب و کباب اور شرب و غنا میں منہمک رہتا تھا، وہ بھی اس اعلان و شان سے کہ ہمارے لئے رات ہے اور دوسرے لوگوں کے لئے دن ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آدمی اگر کوئی نیک کام کرتا ہے تو اسے خود بھی اچھا بننا چاہیئے۔ ہر اچھا کام کرنے والا اچھا نہیں ہوتا بلکہ کبھی کبھی بہت اچھے اچھے کام کرنے والے برے ہوتے بھی ہیں، خود حجاج بن یوسف جیسے ظالم و جابر کے زمانہ میں اسکی حکمت و تدبیر سے بڑے بڑے ممالک فتح ہوئے، اسلام کی شان بڑھی، حتیٰ کہ اسکے حکم سے قرآن حکیم پر اعراب لگائے گئے، اسکے باوجود حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ اگر ساری دنیا کا ظلم ایک پلہ پر رکھا جائے اور حجاج کا ظلم دوسرے پر تو حجاج کا پلہ جھک جائیگا۔

مسلم عوام کے کتب خانے:-

مسلمان من حیث القوم علمی ذہن و مزاج کے واقع ہوئے ہیں۔ اور دنیا کی تمام قوموں کے مقابلہ میں ان کے اندر علم دوستی کا عملی ثبوت ہمیشہ سے زیادہ پایا جاتا ہے۔ اس حقیقت کی مثال میں ہم عہد رسالت سے لیکر آج تک کے ان لاکھوں واقعات کو پیش کر سکتے ہیں۔ جن میں مسلمانوں نے علم و تحقیق کے لئے پوری دنیا کو چھان مارا ہے، اور ہر طرح کے علوم و فنون میں امامت و استاذی کی سند حاصل کی ہے۔ اور اس طرح علمی میدان میں دوڑے ہیں کہ

عوام و خواص کی تمیز باقی نہیں رہی بلکہ سب کے سب اس میں ایک دوسرے سے بڑھ کر نظر آتے ہیں۔

مسلمانوں کے علمی ذوق و شوق کا ایک پہلو ان کے کتب خانے ہیں۔ جو مسلمانوں کے یہاں نہایت اہتمام کے ساتھ جمع کئے جاتے تھے اور ان کی نگرانی کے لئے معقول رقم اور خدمت خرچ کی جاتی تھی۔ تاکہ اہل علم و تحقیق ان کو استفادہ کر سکیں۔ ہر بستی میں علما، اور اہل علم و تحقیق کے علاوہ عوام تک کتابیں جمع کرنے میں کسی سے کم نہیں ہوا کرتے اور اپنی حیثیت سے کہیں زیادہ قیمت خرچ کر کے اچھی کتابیں حاصل کرتے تھے۔

ہم یہاں پر اس طرح کا صرف ایک واقعہ نقل کرتے ہیں، اندلسی علماء میں حضرمی نامی ایک عالم اپنا قصہ بیان کرتے ہیں کہ میں قرطبہ میں گیا اور ایک مدت تک وہاں یہ رہ کر اس بازار کا چکر کاٹتا رہا جس میں کتابیں فروخت ہوتی تھیں کہ شاید کوئی اہم اور نادر و نایاب کتاب مل جائے۔ آخر میرا منشا پورا ہوا اور ایک نادر کتاب پر نظر پڑی جو نہایت عمدہ خط میں لکھی ہوئی نوادر پر مشتمل تھی۔ میں اسے دیکھ کر بے انتہا خوش ہوا۔ اور جب میں نے کتب فروش سے قیمت کی بات چیت کی اور دام لگایا تو اس نے کہا ایک دوسرا شخص اسے زائد قیمت پر لینا چاہتا ہے۔ میں نے بھی زیادہ قیمت دی اس طرح کتاب کا دام بڑھتا رہا۔ جب اور کتاب کی قیمت کئی گنا زیادہ قیمت لگ گئی، تو میں نے کتب فروش سے کہا کہ کون آدمی اسکا خریدار ہے جس نے قیمت اس قدر زیادہ بڑھا دی ہے۔ اس نے مجھے ایک آدمی کو دکھایا جس کے بدن پر رئیسانہ کپڑے تھے۔ میں نے اس آدمی سے قریب ہو کر کہا

اعزك الله مولانا الفقيه! اگر آپ کو اس کتاب کی ضرورت ہے تو میں اسے نہیں لونگا آپ ہی لے لیں خواہ مخواہ ہم دونوں کی وجہ سے اس کی قیمت بہت زیادہ لگ گئی ہے۔

میری بات سنکر اس نے کہا

لست بفقيه، ولا ادري ما فيه، ولكن اقمت خزانة كتب، واحتفلت فيها لانتخر بها بين اعيان البلد، وبقي فيها موضع يتسع هذا الكتاب فلما رأيته حسن الخط جيد التجليد استحسنته، ولم ابال بما ازيد فيه لہ

میں عالم و فقیہ نہیں ہوں، اور نہ یہ جانتا ہوں کہ اس کتاب میں کیا ہے، بات یہ ہے کہ میں نے ایک کتبخانہ قائم کیا ہے اور اس میں اچھی اچھی کتابیں جمع کی ہیں تاکہ شہر کے اعیان و اشراف کے ساتھ میں بھی فخر کر سکوں، اس کتبخانہ میں اتنی جگہ باقی رہ گئی ہے کہ یہ کتاب آ سکتی ہے۔ اس لئے جب میں نے دیکھا کہ نہایت خوشخط اور بہترین جلد کی ہے تو پسند کیا اور قیمت کی زیادتی کی کوئی پرواہ نہیں کیا۔

اس ایک واقعہ سے عامۃ المسلمین کے علمی ذوق کا اندازہ لگ سکتا ہے۔ اور معلوم ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کے گھروں کی زینت کے لئے ان میں کتب خانے بھی رکھے جاتے اور یہ اس قدر عام ہو گیا تھا کہ جس بڑے آدمی کے گھر اچھا کتب خانہ نہ ہو تو وہ اپنے کو دوسروں سے کمتر سمجھتا تھا۔ آپ ذرا اپنے محلہ اور شہر کے کھاتے پیتے مسلمانوں کی علمی اور دینی زندگی کا اندازہ لگائیے اور دیکھئے کہ ان کے یہاں بھی کوئی کتاب مل سکتی ہے؟ ہمارا تو مشاہدہ یہ ہے کہ عام طور سے مسلمانوں کے گھروں میں برکت کے لئے کلام پاک اور اسکے بعد دعائے گنج العرش، درود تاج اور اسی طرح کی دو چار کتابیں ہوتی ہیں اور بس۔